حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پاکیزہ زندگی کی ایک جھلک

(جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب طبیب خصوصی کی قلم سے)

سفر دھرمسالہ اور ایک پاکیزہ صحبت

سنہ ۱۹۲۰ء کے موسم گرما میں تبدیلی آب وہوا کی غرض سے حضور نے دھرمسالہ کا سفر اختیار کیا۔ قادیان سے روانہ ہو کر پٹھانکوٹ ایک روز قیام کیا۔ اس سفر میں حضور کے ہمراہ مرزا شریف احمد صاحب، مرزا گل محمد صاحب خلیفہ تقی الدین صاحب ابن ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب؟ ان کے بھائی سید محمود اللہ شاہ صاحب۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد اسوقت پرائیویٹ سکرٹری تھے۔ بھائی جی عبدالرحمن صاحب قادیانی۔ بابا رحیم بخش صاحب سنوری مرحوم ٹیک محمد خاں صاحب غزنوی۔ اور یہ ناچیز راقم تھے اس روز حضور دریا بچی کی سیر کے لئے تشریف لیگئے اور دریا میں نہانے کا فیصلہ فرمایا حضور کے ساتھ دریا تک جانیوالے ساتھیوں میں سے سب کے سب تو حضور کے ساتھ نہانے میں شریک ہو گئے۔ مگر سید محمود اللہ شاہ صاحب نے اجتناب کیا۔ گو ہم سب کی یہی خواہش تھی کہ وہ بھی شریک ہوں۔ مگر وہ شریک نہ ہوئے ایک وقت وہ دریا کے عین قریب آکر کھڑے ہوئے اسوقت خلیفہ تقی الدین صاحب نے اور حضور نے ان پر کچھ چھینٹے برسائے۔ اور خلیفہ تقی الدین صاحب نے تو پکڑ کر پانی میں لے آنیکا حملہ بھی کیا۔ لیکن وہ بچکر نکل گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ جناب صوفی محمود اللہ شاہ صاحب عین کنارہ پر دوبارہ کھڑے ہوئے ہیں اور بالکل بےفکر ہیں۔ خلیفہ تقی الدین صاحب نے پھر حملہ کیا۔ اور پکڑنے کی کوشش کی۔ اس دفعہ جناب شاہ صاحب اطمینان سے کھڑے رہے۔ بجائے بھاگ جانے کے خود بخود پانی میں داخل ہونے لگ گئے۔ اور چند قدم اندر جا کر ایسے طریق پر لڑکھڑا کر پانی کے اندر گرے گویا ان کا پاؤں پھسل گیا ہے۔ ان کو اس حالت میں دیکھ کر سب ناظرین ہنسنے لگے۔ شاہ صاحب سنبھل کر جو اٹھے تو معلوم ہوا کہ اسوقت جو کپڑے وہ زیب تن کئے ہوئے تھے وہ جناب تقی الدین صاحب کے تھے۔ پھر تو ناظرین کی ہنسی کی کوئی حد نہ رہی اور جناب صوفی صاحب کی ہوشیاری پر صد آفریں کہنے لگے۔

ایک سبق اس سے اگلے روز ٹمٹموں کے ذریعہ دھرمسالہ روانہ ہوئے۔ ایک جگہ ایک شخص برلب سڑک آم کا ٹوکرا بغرض فروخت لئے بیٹھا تھا۔ حضور نے خدام میں سے کسی کو فرمایا کہ کچھ آم خرید لئے جائیں آگے چل کر کہیں ٹھنڈے پانی میں ٹھنڈے کر کے کھائیں گے۔ چنانچہ دو تین خادم آم خریدنے کے لئے ٹمٹم میں سے اتر گئے اور ٹمٹمیں ٹھہر گئیں۔ آم آنے میں کچھ دیر لگی تو فرمایا کہ ابھی تک آم نہیں خرید کئے گئے؟ عرض کیا گیا کہ آم تو خرید لئے گئے ہیں۔ مگر قیمت کا ابھی کچھ جھگڑا ہے۔ فرمایا جھگڑا کیوں ہو؟ قیمت پہلے سے طے نہ ہوئی تھی؟ جواباً عرض کیا گیا کہ نہیں۔ فرمایا یہ بہت غلطی ہے اب تو جھگڑنے کا ہمیں حق نہیں اور جو قیمت وہ مانگتا ہے وہ ہمیں دینی چاہیئے۔ حضور دوستوں کی اس غلطی اور بے احتیاطی پر اسقدر خفا ہوئے کہ آموں کو منہ تک نہ لگایا اور دیر تک خاموشی اختیار کئے رکھی۔

سفر ڈلہوزی اور مجاہدات کا ایک نظارہ

ہم دھرمسالہ پہنچے۔ مگر وہاں کی بارش کی زیادتی کی وجہ سے آب وہوا ناموافق ثابت ہوئی۔ اسلئے ڈلہوزی میں مکان تلاش کروا کر وہاں پہنچ گئے۔ یہاں کی آب وہوا موافق آئی

ایک روز حضور نے بعض ساتھیوں کو ہمراہ لیکر دو تین میل کے فاصلے پر جنگل میں جا کر دعا کی اس غرض کے لئے دو رکعت نماز باجماعت ادا کی۔ اور چونکہ حضور کو انفلوانزا کے گزشتہ حملہ کی وجہ سے کمزوری لاحق تھی اور قریب ہی وقت میں بخار کا حملہ بھی ہو چکا تھا۔ مگر دعا کے لئے اس قدر لمبے سجدے حضور نے کئے کہ مقتدی تھک تھک گئے۔ مگر حضور نے دعا کو جاری رکھا اور ڈیڑھ گھنٹہ سے زائد وقت میں دو رکعت نماز ختم کی۔

مسجد لندن کی خوشی

انہی ایام میں مسجد لندن کے لئے جگہ خرید کئے جانیکی اطلاع جناب چودھری فتح محمد صاحب (اسوقت کے مبلغ لندن) نے بذریعہ تار دی۔ حضور کو اس سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اور اس تجویز پر مجلس مشاعرہ کی تجویز ہوئی اور ایک اونچے ٹیلہ پر جس کا نام ڈیان کنڈ ہو حضور تشریف لیگئے آپ کی معیت میں تمام اہل قافلہ بھی تھے۔ اور حسب تجویز ہر ایک نے لکھی ہوئی نظم یکے بعد دیگرے پڑھ کر سنائی۔

اپنے دوستوں سے بھی لغویات سننی پسند نہ فرماتے

ڈلہوزی کے قیام میں ایک روز حضور ایک مقام جہاں چیل کے درخت زیادہ تھے سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اسوقت قادیان سے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب بھی ڈلہوزی تشریف لے آئے تھے۔ اور حضور کے ہمراہ سیر میں شامل تھے۔ اس دن بعض دوستوں نے ایک جگہ بیٹھے ہوئے ذرا اونچے اونچے ہنسنا شروع کر دیا حضور کچھ فاصلہ پر ایک جگہ آرام فرما رہے تھے۔ ہنسی کی کیفیت کچھ ناپسندیدہ ہو گئی اور لغویت کا رنگ پیدا ہو گیا۔ حضور اس حالت کو دیکھ کر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے وہاں سے خاموشی کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور کھانا بھی نہ کھایا۔ حالانکہ کھانا بہت انتظار کے بعد پہنچا تھا۔ اور ہر ایک کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی حضور کی اس حالت ناراضگی کو دیکھ کر سب خائف ہو گئے۔ کئی گھنٹے ناراضگی رہی۔ اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ حضور کی مہر سکوت کو توڑائے۔ گھر پہنچنے تک بمشکل ناراضگی دور ہوئی۔

اللہ تعالیٰ امور غیبیہ کو آپ پر کھول دیتا

۱۹۱۸ء کے انفلوانزا کے بعد بسا اوقات بعض عوارض نمودار ہو جاتے۔ اور جب کوئی تکلیف معمول سے زیادہ ہو جاتی تو حضور خاکسار کو ہمیشہ اپنے پاس اپنے کمرے میں سلاتے۔ ایکدفعہ حضور ام ناصر احمد سلمہا کے مکان میں زینہ کے پاس والے کمرہ میں بستر علالت پر تھے اور خاکسار بھی حضور کی خدمت میں دن رات رہا کرتا تھا ایک روز بعد نماز فجر میری طبیعت حضور کی ایک نظم کے وزن قافیہ اور ردیف میں کہنے کی طرف مائل ہوئی۔ اور آٹھ دس شعر لکھ لئے۔ تمام تو مجھے یاد نہیں۔ شاید کسی کاپی میں ملجائیں۔ مگر اس کا آخری شعر یاد رہا جو یہ ہے ؂

بڑھے کوئی کسی کے قرب میں خوب
قدم اپنا بھی آگے بڑھاؤں

ان شعروں کا کسی کو علم نہ تھا۔ حضور سوئے ہوئے تھے جبکہ یہ بنے اور صبح کے وقت بنے۔ بعد نماز عشاء جب میں حضور کے کمرے میں قیام کے لئے حاضر ہوا۔ اسوقت میرے ساتھی مولوی عبدالرحیم صاحب درد بھی جو ان دنوں پرائیویٹ سکرٹری تھے عیادت کے لئے حاضر تھے ہم دونوں حضور کی چارپائی کے قریب فرش پر خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور نے فرمایا ڈاکٹر صاحب آپ خاموش کیوں بیٹھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نظم کہی ہے۔ وہ سناتے کیوں نہیں؟ میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور میں مجبور ہو گیا۔ کہ سوال کروں کہ حضور کو کس طرح معلوم ہو گیا۔ حضور نے فرمایا کہ کئی دفعہ مجھے اپنے دوستوں کی قلبی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے چنانچہ یہ بھی فرمایا کہ بعض اوقات میں اپنی بیویوں کی دل کی بات جو اسوقت ان کے دل میں ہوتی ہے بتلا دیتا ہوں۔ تو وہ بہت گھبرا جاتی ہیں۔ اور فرمایا کہ بعض دفعہ میں نے ان کے سر کے پچھلی جانب کتاب رکھ کر پڑھوا دی ہے۔

سفر کشمیر اور باریک تقوے کی راہ

آب وہوا کی تبدیلی کی غرض سے حضور نے ایک سفر ۱۹۳۱ء میں کشمیر کا بھی کیا۔ کیونکہ ڈاکٹر نے حضور کو مشورہ دیا تھا کہ گلے کی خرابی کے علاج کے لئے کچھ وقت تقریر کرنا چھوڑ دیں۔ اور دریا کے کنارے پر گزاریں۔ اور ساتھ ہی مچھلی کا شکار وغیرہ بھی کریں۔ حضور کو مچھلی کے شکار وغیرہ کا قطعی شوق نہیں تھا۔ مگر ڈاکٹری ہدایت کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ سامان کنڈیاں وغیرہ منگوانے کا ارشاد خاکسار کو فرمایا اور سفر میں ساتھ رکھ لی گئیں کشمیر پہنچکر معلوم ہوا کہ مچھلی پکڑنے کے شغل کے لئے بعض پانیوں پر پانچ روپے کا لائسنس ہے۔ اور بعض پر اس سے بھی زیادہ۔ چنانچہ ایک لائسنس پانچ روپے کا حضور نے اپنے نام سے حاصل کر لیا۔ اور صرف ایک روز بمشکل اس شغل کیلئے دریا کے کنارے پر تشریف لیگئے اور بس ـــ خاکسار کو مچھلی کے شکار کا بچپن ہی سے شوق تھا۔ جب حضور گاندربل کے مقام پر کچھ دنوں کے لئے تشریف لیگئے اس نالہ میں اکثر لوگ مچھلی پکڑا کرتے تھے۔ خاکسار نے یہ سمجھ لئے کہ لائسنس تو ہمارے پاس ہے ہی نالہ میں کنڈی ڈالنا شروع کر دی۔ اور ایک یا دو دفعہ ہی ڈالی تھی حضور نے خاموشی سے میرے اس شوق کو دیکھا اور میرے علم کے بغیر سید محمود اللہ شاہ صاحب کو جو اس سفر میں حضور کے پرائیویٹ سکرٹری تھے میرے نام کا لائسنس لانے کے لئے بھیجا۔ اور وہ لے آئے۔ اور حضور کے اشارہ سے جبکہ میں کنڈی ڈالے کھڑا تھا اور اپنے دھیان میں لگا ہوا تھا۔ وہ لائسنس میری جیب میں ڈالدیا۔ اور حضور کے ایماء سے مجھ سے یہ سوال کیا کہ آپ جو نالہ میں کھڑے مچھلی پکڑ رہے ہیں۔ آپ کے پاس لائسنس بھی ہے؟ میں کچھ دیر تو خاموش رہا۔ پھر کہا کہ حضور کا لائسنس تو ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ آپکا تو نہیں ہے۔ اور مچھلی آپ پکڑ رہے ہیں۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ آپ شاید بھول گئے ہیں ہوگا تو ضرور۔ ذرا اپنی جیب وغیرہ تو دیکھ لیں۔ مجھے اس میں ذرہ شک نہ تھا۔ کہ میرے پاس کوئی لائسنس نہیں ہے۔ ان کے کہنے سے میں جیب تلاش کیسے کرتا۔ کیونکہ نہ تو میں نے پانچ روپے خرچ کئے اور نہ لائسنس حاصل کیا تھا۔ لیکن میرا ہاتھ جو جیب میں اتفاقاً پڑا تو ایک کاغذ سا معلوم ہوا نکال کر دیکھا تو میرے نام کا لائسنس تھا۔ عجب ہے حضور کا تقویٰ عجب ہے حضور کی غریب نوازی

تائید غیبی کا ایک نظارہ

اس سفر میں کشمیر سے اسلام آباد اور اسلام آباد سے ہمس تک جو حضور تشریف لے جانے لگے۔ اور خاکسار کو جو سفر کے انتظام کا ذمہ دار تھا فرمایا کل دو چھوٹی کشتیاں کرایہ پر لی جائیں۔ پرسوں صبح اسلام آباد کی طرف روانہ ہوں گے۔ حضور کا قافلہ بہت تھا۔ اور تین اہل بیت بھی حضور کے ساتھ تھے مردوں اور عورتوں کی مجموعی تعداد بیس کے قریب تھی۔ اور بہت سا سامان بھی ساتھ تھا۔ دو کشتیوں میں وہ سامان اور سواریاں سما سکتی تھیں۔ خاکسار نے پہلے اپنے مددگار کو بھیجا کہ کشتی تلاش کرلائے۔ مگر وہ خالی واپس آیا۔ پھر میں خود گیا اور صبح نو دس بجے نکل کر شام کو سات بجے بجائے دو کے ایک کشتی لے کر واپس آیا۔ کیونکہ اسی دن مہاراجہ کشمیر کی طرف سے کسی خاص سرکاری سفر کی وجہ سے کشتیوں پر بیگار پڑ رہی تھی اور لوگوں نے کشتیاں دینے سے انکار کر دیا تھا۔

گو ایک کشتی کسی صورت میں بھی کافی نہ ہو سکتی تھی لیکن حالات موجودہ میں ایک کو ہی غنیمت جان کر حضور نے سفر کے ارادہ کو قائم رکھا۔ یہ فرما کر کہ عورتوں کو کشتی میں بٹھا دیں گے۔ اور مرد پیدل چلتے چلیں گے۔ مگر روانگی میں بعض وجوہ سے دیر ہو گئی۔ بجائے صبح چل پڑنے کے شام کو چار بجے کے قریب کشتی روانہ ہوئی۔ حضور معہ خدام پیدل چل رہے تھے۔ چونکہ دریا کے اوپر کی طرف سفر تھا۔ اسلئے کشتی رسوں سے کھینچی جا رہی تھی۔ اور آہستہ آہستہ چلتی تھی۔ شہر کے قریب ہی دریا کا موڑ تھا۔ اس کی وجہ سے وقت زیادہ لگ گیا۔ مگر اصل فاصلہ بہت کم طے ہوا۔ اور بجائے اس کے کہ اسلام آباد کے قریب پہنچتے۔ سری نگر کے قریب ہی شام ہو گئی۔ اب مجبوراً ٹھہرنا پڑا۔ کشتی ایک تھی۔ جس میں سامان کے علاوہ صرف مستورات ہی بیٹھ سکتی تھیں۔ بارش کے آثار پیدا ہو گئے۔ رات کا اندھیرا چھانے لگا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی غریب نوازی دیکھئے کہ جس جگہ پر کشتی کو ٹھہرانے کے لئے ہم مجبور ہوئے اسی جگہ کنارے پر ایک مکان نظر آیا۔ اسکو جب دیکھا گیا تو بالکل خالی تھا۔ بات یہ تھی کہ یہ مکان چونگی خانہ تھا۔ اور صرف ایک دو روز پہلے خالی کیا گیا تھا۔ اس کے دروازے بالکل کھلے تھے۔ کوئی کنڈی وغیرہ

نہ لگی تھی۔ چنانچہ بیشتر حصہ قافلے کا اس میں سما گیا۔ رات کو اللہ تعالیٰ نے بارش بھی برسائی اور ہمیں آرام کے لئے مکان بھی عطا فرما دیا۔

صبح نمودار ہوئی۔ ایک کشتی کا ناکافی ہونا تکلیف دہ تھا۔ حضور نے خاکسار کو فرمایا وہ دیکھو بعض کشتیاں کھڑی ہیں۔ ان سے کہو کہ کرایہ پر ہمیں لے چلیں۔ مگر میں مایوس واپس آیا۔ اور نہ ملنے کی رپورٹ دی۔

اسوقت حضور کے دل میں خیال گزرا کہ سامانوں کا وقت پر مل جانا بھی تو تائید الٰہی سے ہے جبکہ یہ خیال گزر رہا تھا ایک کشتی پیچھے کی جانب سے قریب گزری۔ حضور نے اس کشتی والے سے دریافت کیا کہ اسلام آباد تک کرایہ کرلو۔ وہ خوشی سے تیار ہو گیا۔ فوراً اپنے کچھ سامان اور سواریاں اس میں منتقل کیں۔ اسوقت حضور نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ میرے دلمیں یہ خیال گزر رہا تھا کہ سامان کا وقت پر مل جانا بھی تو تائید الٰہی سے ہے۔ ہمیں اسی وقت کشتی قریب سے مل گئی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ایک ایمان افروز واقعہ

سرینگر کشمیر اور اسلام آباد کے درمیان بذریعہ کشتی سفر ہو رہا تھا۔ ایک مقام پر پہنچنے سے معلوم ہوا کہ دریا سے آدھ ایک میل کے فاصلہ پر پرانے کھنڈرات نکالے جا رہے ہیں۔ جن سے بہت سی عجیب معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ حضور بھی دیکھنے کے لئے تشریف لیگئے جاتے ہوئے تو کچھ زیادہ معلوم نہ ہوا۔ واپسی پر دھوپ کی سخت شدت محسوس ہوئی۔ اور سفر نسبتاً لمبا بھی ہو گیا تھا کیونکہ کشتی چلتی ہوئی اوپر نکل گئی تھی۔ میرے دلمیں فکر پیدا ہوئی کہ مبادا شدت دھوپ کی وجہ سے حضور کو سر درد وغیرہ کے عوارض نہ لگ جائیں۔ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ ایک ٹکڑا بادل کا سورج کی ٹکیا کے سامنے نمودار ہو گیا۔ جس کی وجہ سے خدا کے فضل سے تیز دھوپ بند ہو گئی۔ یہ خدائی چھتری تائید الٰہی سے تھی۔

قبولیت دعا کے دو نظارے

اسلام آباد سے ہوتے ہوئے آسنور پہنچے اور خواجہ عبدالرحمن صاحب ڈار کے سیبوں کے باغ والے مکان میں قیام ہوا۔ یہاں قریباً ایک ماہ گزارنا تھا۔ ابھی یہاں ٹھہرے ہوئے چند روز ہی گزرے تھے ایک روز احمدی زمینداروں نے حضور کی خدمت میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف کا ذکر کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی۔ حضور نے دعا کرنے کا وعدہ کیا قدرت الٰہی ہے اس سے ایک یا دو دن کے بعد بارش شروع ہو گئی اور اس قدر ہوئی کہ ایک ہفتہ تک بند ہونے کا نام تک نہ لیا۔ اسپر پھر وہی زمیندار آئے اور عرض کی کہ اب تو یہ بارش نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے۔ حضور دعا کریں کہ بند ہو جائے۔ چنانچہ اس کے اگلے روز ہی بارش بند ہو گئی۔ اسوقت ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا خدا تعالیٰ نے حضور کو بارش برسانے اور بند کرنے کا اختیار دے رکھا ہے۔

خدام کی وفاداری کا ایک منظر

آسنور کے قیام کے دوران میں اُمّ ناصر احمد سلمہا تیز بخار میں مبتلا ہو گئیں۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب معالج تھے۔ بعض

دواؤں کی ضرورت پیش آئی جو ہمارے ہمراہ نہ تھیں۔ اور سرینگر سے مل سکتی تھیں۔ سری نگر کا فاصلہ ۷۰/۸۰ میل تھا نیک محمد خاں غزنوی جو خادم سفر تھے تیار ہوئے اور کہا کہ اگر گھوڑا مل جائے تو میں جلد سے جلد لے آتا ہوں۔ چنانچہ ایک گھوڑا ان کو آسنور سے دیا گیا اور دوسرے کا راستہ میں مل جانے کا انتظام کیا اور خدا کے فضل سے ۱۴۰/۱۶۰ میل کا سفر ایک دن اور ایک رات میں طے کر کے مطلوبہ دوائیں حاضر کر دیں۔ اسوقت ہمیں معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت سلیمانؑ کو خدا تعالیٰ نے کارکن دیئے تھے اسیطرح حضور کو بھی عطا ہوئے ہیں۔

شفقت پدری کا ایک واقعہ

سیدہ اُمّ ناصر سلمہا کو بخار سے آرام آگیا اور اگلے روز ہی کو سرناگ کو دیکھنے کے لئے ایک لمبا قافلہ روانہ ہوا۔ یہ سفر لمبا تھا۔ اسلئے گھوڑوں کا انتظام کیا گیا۔ جاتے ہوئے راستہ میں ایک رات ٹھہرنا پڑا۔ اگلے روز بمشکل بارہ ایک بجے پہنچے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ بارش اور ژالہ باری کے آثار پیدا ہو گئے۔ مقام تقریباً ۱۴۰۰۰ ہزار فٹ کی بلندی پر تھا۔ اور ایسی جگہ کوئی پناہ نہ تھی راستہ میں سخت بارش میں پکڑے گئے۔ سب اہل قافلہ جن میں مستورات بھی تھیں گھبرا گئے۔ ندی نالے جو پہلے چھوٹے چھوٹے تھے۔ اور ان میں آسانی سے گزر گئے تھے۔ اب بہت بڑے بڑے بن گئے اور گزرنا دشوار ہو گیا۔ ایک نالہ ایسا تھا کہ اس کے دونوں جانب راستہ تھا۔ واپس اترائی کے وقت قافلہ کا ایک حصہ جس میں حضرت میاں شریف احمد صاحبؓ اور میاں ناصر احمد بھی تھے۔ نالے کے دوسری جانب والے راستے سے واپس ہوا۔ حضور نے اس افراتفری کی حالت کو دیکھتے ہوئے سب کو ٹھہرا کر مردم شماری کی اور فرمایا کہ ناصر احمد کہاں ہیں؟ کسی نے کہا کہ حضور وہ نالے کے دوسری طرف سے آرہے ہیں۔ حضور چلیں وہ آجائیں گے۔ اس وقت وہ ذرا فاصلے پر تھے اور نظر نہیں آرہے تھے۔ تو حضور نے جوش کی حالت میں فرمایا کہ میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر چلا جاؤں؟ اور حضور وہیں رہے جب تک میاں ناصر احمد صاحب قریب نہ آگئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب معمر اللہ کا مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی محترمی شیخ صاحب! السلام علیکم

آپ الحکم کا جوبلی نمبر نکال رہے ہیں۔ میری بھی خواہش تھی کہ میں اس میں چند سطور لکھ کر شامل ہونگا مگر گزشتہ دنوں کام کی نوعیت اس قسم کی رہی کہ باوجود خواہش کے میں اس میں حصہ نہیں لے سکا۔

میرا ارادہ یہ بیان کرنے کا تھا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا طرز عمل حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وفات سے قبل اور اس کے بعد کیا رہا۔ اور واقعات سے اس بات کو ظاہر کرنا تھا کہ اس موقع پر جبکہ مخالفین خلافت نے ہر ایسے طریق کو خلافت کے خاتمہ کے لئے استعمال کیا جو نہ صرف دیانت اور تقویٰ کے خلاف تھا۔ بلکہ ادنیٰ اخلاق سے بھی گرا ہوا تھا

اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اپنے مخالفین کی خفیہ کارروائیوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہوئے اور اس خطرے کو اچھے طور پر محسوس کرتے ہوئے کہ منکرین اس وقت خلافت کو جڑھ سے اکھیڑنا چاہتے ہیں۔ صرف دعا اور خشیت اللہ سے ان کا مقابلہ کیا۔ میں حضرت مسیح موعود کے خاندان کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اس بات کا گواہ ہوں کہ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ہدایت اور اثر کے ماتحت ہمارے تمام خاندان نے خلافت کو خدا تعالیٰ کی امانت جانتے ہوئے اس کے قیام کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے کوشش کی اور حضور کے دل میں کسی وقت میں اور کسی رنگ میں بھی خود غرضی اور ذاتی مفاد کا خیال پیدا نہیں ہوا۔ واللہ علیٰ ما اقول شہید۔

میں اس جگہ ایک بات لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ ہم جمعہ کی نماز کے بعد واپس آرہے تھے۔ اور میں اس وقت اس گلی سے گزر رہا تھا۔ جو دفتر ڈاک سے تحریک جدید کے دفتر کے پاس سے ہوتی ہوئی چوک میں آتی ہے۔ اسوقت میں نے ایک شخص سے سنا کہ حضرت خلیفۃ المسیح فوت ہو گئے ہیں۔ اس فقرہ کو سن کر میرا پہلا جذبہ ایک گھبراہٹ کا جذبہ تھا۔ اور میں چند قدم باہر آنے کے لئے دوڑا مگر اچانک ہی رک گیا اور اسی گلی میں کھڑے ہو کر پہلے جو دعا کی وہ یہ تھی کہ اے خدا خلیفۃ المسیح وفات پا گئے ہیں۔ اب تو جماعت کو فتنہ اور شقاق سے بچا یو۔

اس دعا کے بعد میں آگے بڑھا۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے فتنہ سے بچا لیا۔ اور جو لوگ فتنہ پیدا کرنے والے تھے وہ خود اس میں ایسے بہے کہ مرکز سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے

میرا یہ واقعہ بیان کرنے سے صرف یہ مقصد ہے کہ ہماری طبائع نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے اقوال اور افعال سے جو اثر لیا وہ یہ تھا کہ ہمارے دلوں میں صرف ایک ہی تڑپ تھی کہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ اپنی صحیح تعلیم پر قائم رہے۔ اور یہ جذبہ اپنی انتہائی کمال تک حضرت خلیفۃ المسیح ثانی میں اسوقت موجود تھا۔ اور ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خلافت کے لئے اس لیئے ہی چنا ہو کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اتحاد ملت کی جو تڑپ اسوقت آپ کے دل میں تھی وہ کسی اور فرد میں موجود نہ تھی ؞

خاکسار
مرزا شریف احمد

الخلافة حلة قدسية

از مولانا جلال الدین صاحب شمس لندن

نفسی فدی لامیرنا المحمود
منجی الاساری المصلح الموعود
بید وجلال اللہ عند ظهور کم
قول العلیم القادر المعبود
نورٌ علیٰ نورٍ یکون فقد و مکم
واها لشاهد نورك المشهود
احسانکم یصبی القلوب لحسنکم
وکلاهما من النعم المعبود
یا ملجای من عصمت کل ضلالة
نعم المظل بظلك الممدود
عجبا لشیخ زاد فی طغیانه
یا ویلهٗ فی حظه المنکود
ظنوا احلیفهم النجاح فاحزروا
خفی حنین بعد بذل جهود
تعسًا لمن تعصی امامن مالنه
ولمن یباعد عن رضا محمود
محمود نجمٌ لا افول لنوره
واللہ منه امدّہٗ بجنود
واللہ الیهٗ تمتیص خلافة
واعزہ بتغلب وسعود
یا ایها الساعی لعزل خلیفة
تلت الشفاء وخبت بالمقصود
أوهل ترید بان تغالب ربّه
المحتبیه بقلبك المزؤد
لم یقدر الشیطان سلب خلافة
من آدم مکرًا ومن داؤد
انّ الخلافة حلّة قدسیّة
تذکی العداء بقلب کل حقود
ما کان من عجب عداء امیرنا
اکرم به من ماجد محسود

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فضل عمر ایدہ اللہ کے درمیان ایک مشابہت

(جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس احمدیہ مشنری لندن)

انبیاء کی بعثت کی سب سے بڑی غرض شرک کو دور کرکے توحید قائم کرنا ہوتی ہے۔ اسلئے ان کی فطرت میں قدرتی طور پر شرک سے بیزاری اور نفرت ودیعت کی جاتی ہے۔ اور وہ کبھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی شخص ایسا کام کرے۔ جس میں شرک کی ملونی پائی جاتی ہو چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا ماشاء اللہ وشئت یعنی جو خدا چاہے۔ اور جو آپ چاہیں۔ تو آپ نے فرمایا اجعلتنی للہ ندا قل ماشاء اللہ وحدہ یعنی کیا تو نے مجھے خدا کا مقابل اور اس کا ہمسر بنا دیا ہے صرف یہ کہہ جو خدا چاہے۔ چونکہ خلیفہ نبی کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کرنے والا ہوتا ہے۔ جس کے لئے نبی مبعوث کیا جاتا ہے۔ اسلئے انبیاء کے خلفاء بھی شرک سے ویسے ہی بیزار ہوتے ہیں جیسے کہ خود انبیاء کرام علیہم السلام۔ اس کی مبین اور واضح مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ کے وجود میں پائی جاتی ہے۔

اگرچہ حضرت عمرؓ اور حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کے مابین بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن شرک سے طبعاً متنفر اور بیزار ہونے کی مماثلت نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان حجر اسود کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے اس ڈر سے کہ مستقبل میں لوگ حجر اسود کی اس خیال سے عبادت نہ شروع کردیں کہ وہ فی ذاتہ کوئی نفع یا ضرر کا مالک ہے۔ آپ نے فرمایا انک حجر لا تنفع ولا تضر یعنی تو ایک پتھر ہے، جو نہ نفع دے سکتا ہے۔ اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا۔ تو میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔ یعنی میرا تجھے بوسہ دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ کی تقلید میں ہے۔ اس لئے میرے متعلق یہ نہیں خیال کیا جا سکتا کہ میں تجھے ضرر و نفع کا مالک سمجھ کر بوسہ دیتا ہوں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ پاک وجود تھے جنھوں نے شرک اور بت پرستی کا استیصال کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی حقیقی توحید کو دنیا میں قائم کیا اور اسی میں اپنی تمام عمر صرف کردی۔ اسلئے جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بوسہ دینے کو اس خیال پر محمول کرے گا کہ گویا نعوذ باللہ آپ اس پتھر کے نافع و ضار سمجھ کر بوسہ دیتے تھے تو اس سے زیادہ اور کوئی بے وقوف نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح آپ کا ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ لوگوں میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ اسلام کی جو فتوحات ہو رہی ہیں وہ ان کی ذاتی جرأت و قابلیت و مہارت کی وجہ سے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا نشان لوگوں میں مشتبہ ہونے لگا ہے تو انھوں نے خلیفہ ہوتے ہی ان کو کمانڈر انچیف کے عہدے سے معزول کرکے ان کی جگہ عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا۔ پس آپ طبعاً ہر ایسے خیال سے جس میں ذرا بھی شرک کی بو پائی جاتی ہو یا منجر الی الشرک ہو بیزاری کا اظہار فرماتے تھے۔

یہی بات حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ کی ان تقاریر سے جو آپ نے ابتدائی ایام خلافت میں فرمائیں نمایاں طور پر ثابت ہوتی ہے۔ آپ نے ایک رویا میں دیکھا کہ آپ سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہیں دو آدمی اور بھی ہیں۔ ایک جگہ پہنچ کر کشتی چکر کھانے لگی۔ تب اس سمندر میں ایک سر نمودار ہوا۔ جس نے کہا کہ یہاں ایک پیر صاحب کی قبر ہے۔ تم ان کے نام پر ایک رقعہ لکھ کر ڈال دو تا یہ کشتی صحیح سلامت پار نکل جائے۔ آپ نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ آدمی جو ساتھ تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ جانے دو کیا حرج ہے۔ رقعہ لکھ کر ڈال دو جب بچ جائیں گے۔ تو پھر توبہ کرلیں گے۔ آپ نے کہا کہ ہرگز نہیں ہوگا۔ اس پر اس نے چھپ کر خود رقعہ لکھ کر ڈالنا چاہا۔ آپ نے دیکھ لیا۔ اور پکڑ کر پھاڑنا چاہا۔ وہ چھپاتا تھا۔ آخر اس کشمکش میں سمندر میں گر پڑے۔ مگر آپ نے وہ رقعہ لے کر پھاڑ ڈالا۔ اور پھر کشتی میں بیٹھ گئے۔ تو آپ نے دیکھا کہ وہ کشتی بھنور سے نکل گئی

اس خواب میں درحقیقت حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کی اس فطرت کا اظہار تھا۔ جو شرک کے خلاف اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ چنانچہ تقریباً دو سال کا واقعہ ہے کہ جب سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو بچہ پیدا ہونے کو تھا۔ اور تکلیف اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ خیال کیا جاتا تھا کہ اگر یہی حالت رہی تو شاید زچہ کی زندگی چند گھنٹے کی ہوگی۔ اسوقت کسی نے تعویذ بتایا۔ جس سے وضع حمل آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اور یہ آخری علاج خیال کرکے حضور سے پوشیدہ طور پر ان کے تعویذ باندھ دیا گیا۔ جب حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اس کا پتہ چلا۔ تو آپ نے سخت ناراض ہو کر وہ تعویذ اتروا دیا تب خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کی غیرت کو دیکھ کر جلد اپنا فضل نازل کیا۔ اور بچہ پیدا ہو گیا۔

میں نے لندن آنے سے پہلے مقدمہ بہاولپور کی روئداد ایک کتاب کی صورت میں لکھی۔ جو تقریباً بارہ سو صفحہ کی ہوگی۔ اور ۷؍ جنوری ۱۹۳۶ء کو میں نے وہ مسودہ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کی خدمت میں مع بدیں درخواست بھیجا کہ حضور اجازت فرماویں تو میں اس کتاب کو حضور کے نام پر معنون کردوں حضور نے اس درخواست پر اپنے قلم سے یہ الفاظ تحریر فرمائے:۔

"مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
میرے نزدیک آپ کسی کے نام
بھی معنون نہ کریں۔ اس نئی
بدعت کی کیا ضرورت ہے۔
ہماری ہر کتاب ہمارے خدا کے
نام معنون ہے۔ پھر بندوں کا
پاؤں درمیان میں کیوں آئے"
خاکسار
مرزا محمود احمد

مجھے یہ جواب پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی اور اسی وقت میرا خیال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف چلا گیا۔ اور میں یہ سمجھا کہ درحقیقت آپ نے اس جواب میں شرک کی ایک نہایت خفی قسم کو رد کیا ہے اور سمجھایا ہے۔ اگر ہم اپنے کاموں کو دوسروں کے نام معنون کرنا شروع کریں گے تو ہم بھی آخر کار ان لوگوں کی طرح ہو جائیں گے۔ جو اپنے کاموں کو محض ان لوگوں کی خوشنودی و رضا کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ جن کے نام وہ اپنی کتاب کو معنون کرتے ہیں۔ اور خدا سے غافل ہیں۔

خوارق و کرامات

جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدث اور ملہم من اللہ تھے۔ اور آپ کے ہاتھ پر کرامات اور خوارق ظہور پذیر ہوئے۔ اسی طرح حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مکلم اور ملہم من اللہ ہیں اور آپ کے ہاتھ بھی کئی خوارق اور کرامات ظاہر ہوئے ہیں۔ اور ان کرامات اور خوارق کے ظہور کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب انسان توحید کے لئے غیور ہوتا ہے۔ اور اس کے اقوال و افعال شرک ہر قسم کی ملونی سے منزہ ہو جاتے ہیں اور کلی طور پر اپنے مولیٰ کے راستہ میں فنا ہو جاتا ہے۔ تو اسے بقا کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس مرتبہ کی عروج کے اوقات میں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں اقتداری خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔

"اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے۔ تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہے۔ تو اس پر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے۔ اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مورد رحم ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کا کُن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلاتخلف پیدا کرتا ہے۔ ایسا ہی اس کا کُن بھی اس تموج کی حالت میں خطا نہیں جاتا۔ اور ان اقتداری خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ شخص بشدت اتصال کی وجہ سے خدائے عزوجل کے رنگ سے ظلی طور پر رنگین ہو جاتا ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۶۹)

اس جگہ میں حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ایک تازہ کرامت کا ذکر کرتا ہوں۔ جو قاہرہ سے سید عبدالحمید خورشید نے گزشتہ ہفتہ مجھے لکھی ہے۔ سید عبدالحمید خورشید پہلے مصری احمدی ہیں۔ جو گزشتہ سال قادیان دارالامان کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

سأقص علیکم نبأ عجیبا من کرامات حضرۃ امیر المومنین الخلیفۃ الثانی المسیح الموعود علیہ الصلاۃ والسلام۔ وذلک اننی لما تشرفت بالمثول بین یدیہ حین زرت الھند قلت یا سیدی اننی متزوج من مدۃ عشر سنوات ولم ارزق اولاد۔ فنظر الی نظرۃ الوالد الشفوق علی ابنہ وقال لی انشاء اللہ سیکون لک ولد وان ھذا الکلام الذی تکلم بہ حضرتہ کنت اراہ کلاما تأکیدیا واثقا بما یقول۔

یعنی میں آپ کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی علیہ الصلاۃ والسلام کی ایک عجیب کرامت بتاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب مجھے حضور کے سامنے پیش ہونے کا شرف حاصل ہوا جب میں ہندوستان گیا تھا۔ تو میں نے عرض کی یا سیدی! (حضور) میں دس برس سے شادی شدہ ہوں لیکن میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ تو آپ نے میری طرف ایسے دیکھا جیسے مہربان باپ اپنے بیٹے کی طرف دیکھتا ہے۔ اور فرمایا انشاء اللہ آپ کے لڑکا ہوگا۔ اور آپ نے جب یہ بات بیان فرمائی اسوقت میں یہ خیال کرتا تھا کہ آپ پختہ یقین کی بنا پر یہ بیان فرما رہے ہیں پھر لکھتے ہیں:۔

جب میں واپس آیا تو راستہ میں بغداد و فلسطین کی جماعتوں میں بھی اس کا ذکر کیا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے میرے لئے دعا کی ہے کہ میرے لڑکا ہوگا۔ اور مصر میں بھی میں نے ذکر کیا تو برادرم یحیی آفندی قدری نے اعتراض کیا اور کہا کہ ولد یعنی لڑکے کا لفظ استعمال نہ کر۔ بلکہ مولود کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے۔ تو میں نے جواب دیا کہ اگر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مولود کا لفظ استعمال فرماتے تو میں وہی کہتا۔ لیکن آپ نے ولد کا لفظ استعمال فرمایا تھا۔ اور اس وقت تک میری بیوی کو حمل نہ ہوا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری بیوی کی اصلاح کردی۔ اور پھر وہ حاملہ ہو گئی اور آخر خوبصورت لڑکا پیدا ہوا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اور میں نے اس کا نام تیمن کے طور پر جلال الدین خورشید احمدی رکھا ہے۔ کیونکہ آپ کے ذریعہ ہی مجھے احمدیت کی نعمت ملی۔ اور اس شادی کا باعث بھی آپ ہی ہوئے تھے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ آپ کا نام شمس اور میرا نام خورشید۔ اور دونوں کے معنی ایک ہیں گویا کہ میرے بچے کا نام آپ کا پورا نام ہے"

اسی طرح سینکڑوں نہیں ہزاروں ایسے ہیں جن کے حق میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعائیں خارق عادت طور پر قبول ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کی عمر دراز فرمائے اور ہمیں آپ کے نمونہ پر چلنے اور آپ کے ارشادات پر تعمیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بہترین و اعلیٰ چاول
منگوانے کا پتہ:۔
شیخ محمد بشیر آزاد احمدی منڈی مریدکے
ضلع شیخوپورہ

سلسلہ عالیہ احمدیہ اور نظام قضا

(مولانا مولوی عبد الرحمان صاحب مولوی فاضل ناظم محکمہ قضا کی قلم سے)

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک منصب حکماً عدلاً کا بھی تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ کی جماعت کو ایک ایسا نظام بھی دیا جاتا جو آپ کی ان صفات کا بروز ہوتا۔ اور ہمکو اپنے جھگڑوں کے چکانے کے لئے کسی کے پاس نہ جانا پڑتا۔

مگر خدا تعالیٰ کی مشیت میں یہی تھا کہ سلسلہ کا نظام قضائی حضرت امیر المومنین فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی کے زمانہ میں عطا کیا جاتا۔ سو آپ نے ایک اعلان کے ذریعے یہ نظام ہمکو عطا فرما کر ہماری ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا فرما دیا۔ وہ اعلان حسب ذیل ہے:-

انتظام سلسلہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا اعلان

تمام احباب جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے کہ ضروریات سلسلہ کو پورا کرنے کے لئے قادیان اور بیرونجات کے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ سلسلہ کے مختلف کاموں کے سرانجام دینے کے لئے چند ایسے افسران مقرر کئے جائیں جن کا فرض ہو کہ وہ حسب موقع اپنے متعلقہ کاموں کو پورا کرنے میں کوشاں رہیں۔

فی الحال میں نے اس غرض کے لئے ایک ناظر اعلیٰ۔ ایک ناظر تعلیم و تربیت۔ ایک ناظر تالیف و اشاعت۔ ایک ناظر امور عامہ اور ایک ناظر بیت المال مقرر کیا ہے۔ اور ان عہدوں پر سردست ان احباب کو مقرر کیا ہے:-

ناظر اعلیٰ۔ مکرمی مولوی شیر علی صاحب
ناظر تالیف و اشاعت ،، ،، ،،
ناظر تعلیم و تربیت۔ مکرمی مولوی سرور شاہ صاحب
ناظر امور عامہ۔ عزیز مرزا بشیر احمد صاحب۔
ناظر بیت المال۔ مکرمی ماسٹر عبد المغنی صاحب

ان کے علاوہ جماعت کی ضروریات افتاء اور قضا کو مدنظر رکھ کر افتاء کے لئے مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ مکرمی مولوی محمد اسماعیل صاحب اور مکرمی حافظ روشن علی صاحب کو اور قضاء کے لئے مکرمی قاضی امیر حسین صاحب۔ مکرمی مولوی فضل دین صاحب اور مکرمی میر محمد اسحاق صاحب کو مقرر کیا ہے۔ آئندہ جو تغیرات ہوں گے ان سے وقتاً فوقتاً احباب کو اطلاع دیجاتی رہے گی۔ میں امید کرتا ہوں کہ احباب ان لوگوں کے کام میں پوری اعانت کریں گے۔ اور سلسلہ کی کسی خدمت سے دریغ نہ کریں گے۔ ابتدائی کام میں بعض ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے ان احباب کو بیرونجات کے احباب کی بہت مدد کی ضرورت ہوگی جس کے لئے ان کو بہت سا وقت خرچ کرنا ہوگا مگر اللہ تعالیٰ کی رضاء کے حصول اور اس کے قائم کردہ سلسلہ کے استحکام کے لئے مجھے یقین ہے کہ سب احباب اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کریں گے۔ اور ہر طرح ان کارکنوں کا ہاتھ بٹا کر ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اور ان کی تحریرات کو میری ہی تحریرات سمجھیں گے۔ واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

خاکسار:- مرزا محمود احمد

یہ وہ اعلان تھا جس کی رو سے سلسلہ میں نظارتوں اور محکمہ افتاء و قضا کا وجود معرض وجود میں آیا۔ اور اس وقت بزرگ علماء کو حضرت نے پہلے قاضی مقرر فرمایا یعنی حضرت قاضی سید امیر حسین صاحب۔ حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب اور جناب مولوی فضل دین صاحب کو۔ اور اس کے بعد اب تک بدستور یہ سلسلہ ترقی پذیر ہے

نظام کار احمدیہ دار القضا میں طریق کار حسب ذیل طریق یہ ہے۔ اول شکاوی دفتر ناظم قضا میں دیئے جاتے ہیں۔ جن کی سماعت کے لئے ایک قاضی صاحب مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور اگر اس فیصلہ پر استیناف کی ضرورت پیش آئے تو اسکو عدالت مرافعہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جس میں دو قاضی صاحبان سماعت فرماتے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی خیال کرے کہ اس کی حق رسی نہیں ہوئی ہے تو اسے حضرت امیر المومنین کے حضور میں اپیل لیجانے کا حق دیا جاتا ہے۔ اور حضور کا بحیثیت امام وقت اور امیر المومنین ہونے کے فیصلہ آخری اور قطعی ہوتا ہے۔

تنفیذ آخری فیصلہ کے بعد فیصلہ کی نقل لے کر بذریعہ محکمہ تنفیذ جو نظارت امور عامہ کا ایک حصہ اس فیصلہ کی تنفیذ کروائی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نتیجۂ فکر جناب محمد شفیع صاحب اسلم

دار القضا میں کیسے مقدمات کی سماعت ہوتی ہے؟

دار القضا میں سردست صرف ایسے شکاوی کی سماعت ہوتی ہے جو قابل دست اندازی پولیس نہ ہوں اور جن میں فریقین احمدی ہوں۔ اور ان سے بھی ایک تحریر لے لی جاتی ہے کہ وہ محکمہ قضا کے فیصلہ کو ماننے کے پابند ہوں گے۔

حضرت امیر المومنین کے پاس کس قسم کی اپیل جاتی ہے؟

مالی معاملات میں وہی اپیلیں حضرت کے حضور پیش ہوتی ہیں جو سو روپے کی مالیت سے زائد کی ہوں ورنہ عدالت مرافعہ کا فیصلہ تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ کبھی جب حضرت امیر المومنین کو دیگر اشغال بکثرت ہوں۔ تو حضور اپنی جگہ ایک بورڈ تجویز فرما دیتے ہیں۔

اس محکمہ میں مقدمات کی سماعت کے لئے کوئی فیس نہیں لی جاتی اور جس قدر قاضی کام کرتے ہیں سب آنریری طور پر کام کرتے ہیں۔ عام طور پر قاضی صاحبان مقدمات کی سماعت اپنے اپنے مکانوں پر کرتے ہیں۔

ناظم صاحبان

پہلے ناظم قضا مولوی فضل دین صاحب تھے اور پھر ان کے بعد ڈاکٹر غلام غوث صاحب اور پھر ان کے بعد حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ہوئے۔ اور ۱۹۳۲ء سے خاکسار عبد الرحمان اس عہدے کے کام کو سرانجام دے رہا ہے

ناظم قضا کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قاضی بھی ہو۔ چنانچہ ایسی مثال ملتی ہے جیسے ڈاکٹر غلام غوث صاحب۔

۱۹۱۹ء سے اب تک

۱۹۱۹ء سے اب تک حسب ذیل اصحاب قاضی سلسلہ عالیہ مقرر ہوتے رہے ہیں:- قاضی سید امیر حسین صاحب۔ مولوی فضل دین صاحب۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب ۱۹۳۱ء سے خاکسار عبد الرحمٰن۔ مولوی ارجمند خاں صاحب۔ مولوی غلام نبی صاحب قاضی مقرر ہوئے ۱۹۳۴ء میں مرزا عبد الحق صاحب قاضی مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۵-۳۶ء میں بابو اکبر علی صاحب مولوی تاج الدین صاحب لائل پوری اور صوفی غلام محمد صاحب آف ماریشس کو قاضی مقرر کیا گیا۔ اور ۱۹۳۷ء میں مولوی ظہور حسین صاحب بخارائی مقرر ہوئے۔ اس وقت آٹھ قاضی محکمہ قضا میں کام کرتے ہیں۔ جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:-

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب فاضل۔ مولوی عبد الرحمان صاحب فاضل۔ مرزا عبد الحق صاحب پلیڈر۔ بابو اکبر علی صاحب پنشنر۔ صوفی غلام محمد صاحب۔ مولوی ظہور حسین صاحب فاضل

فیصلوں کا اصول

محکمہ قضا میں فیصلوں کا اصل الاصول شریعت حقہ اسلامیہ ہے اور اس طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ذریعے شریعت حقہ کو بھی اس رنگ میں قائم کرنے کا جماعت کو موقع ملا۔

قاضیوں کا تقرر

تمام قاضیوں کا تقرر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خود فرماتے ہیں۔ یہ محکمہ قانونی طور پر براہ راست حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ماتحت ہے۔ ہاں انتظامی لحاظ سے نظارت امور عامہ کے ماتحت ہے۔

عملہ

محکمہ قضا کے عملہ میں تنخواہ دار کارکن صرف دو ہیں۔ ایک کلرک۔ اور ایک دفتری باقی سب آنریری ہیں۔

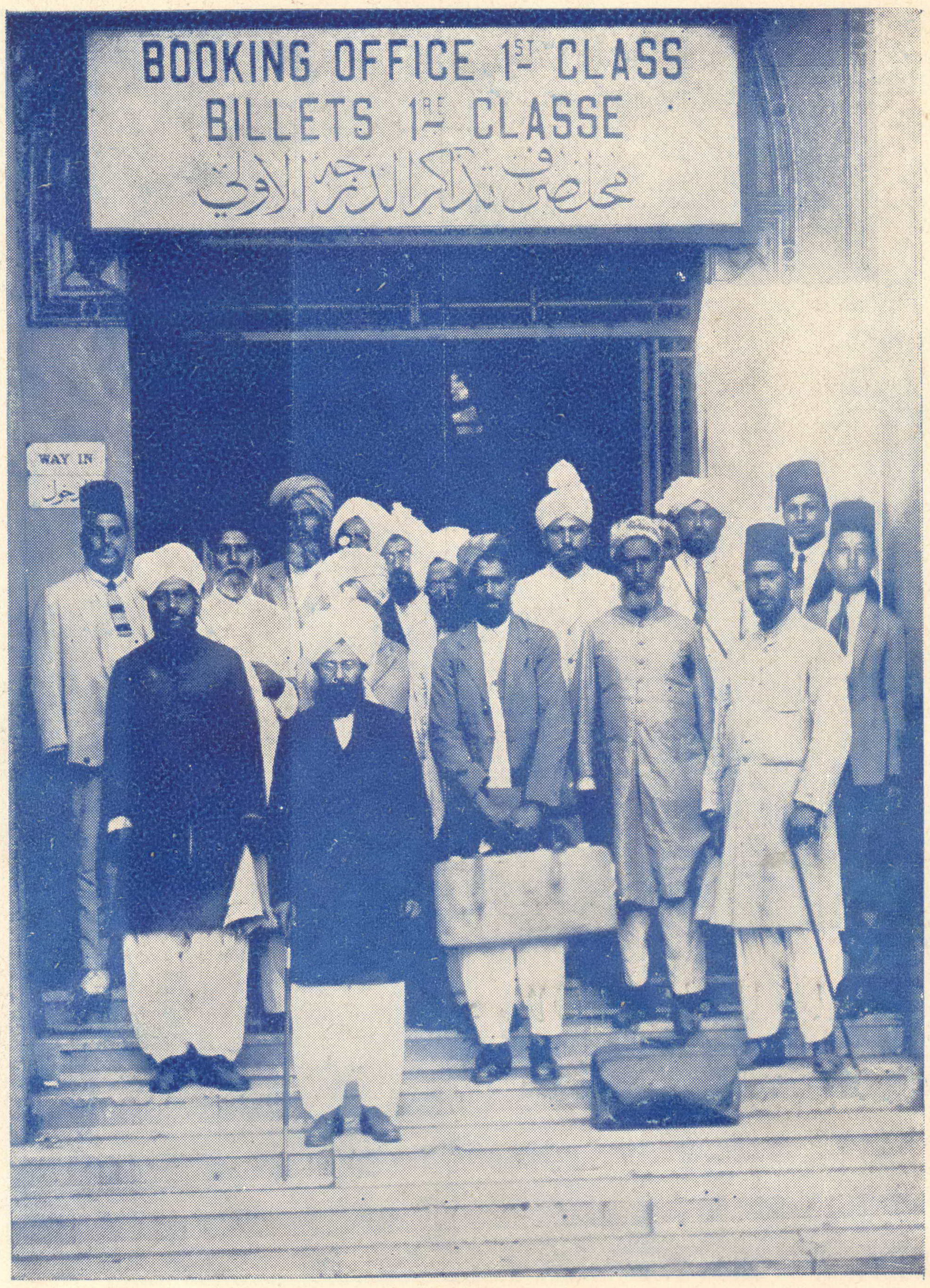

حضرت امیر المومنین مصر کے اسٹیشن پر

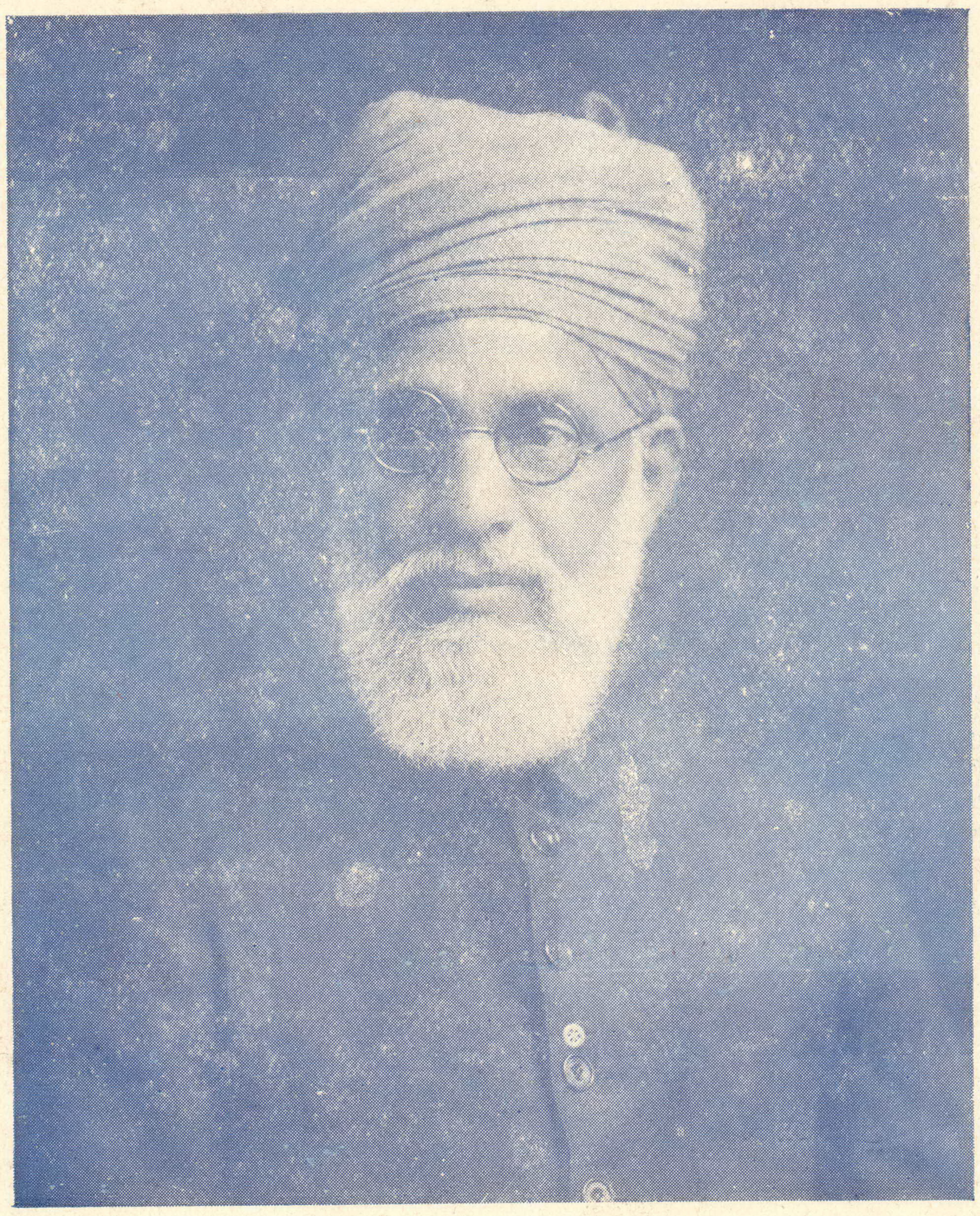

خان صاحب فرزند علی صاحب ناظر بیت المال

مرزا برکت علی صاحب
امیر جماعت احمدیہ عراق

مولوی محمد ابراہیم صاحب
بقاپوری واعظ مقامی

حضرت مرزا
بشیر احمد صاحب
ایم ۔ اے